بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظرات

رسالہ فکر و نظر کا یہ شمارہ جس وقت آپ کو ملے گا، اس وقت رمضان مبارک کا مہینہ ہوگا اور آپ بفضلہ تعالیٰ روزہ دار ہوں گے روزہ کا لفظ تو اصل عربی لفظ الصوم کا عجمی ترجمہ ہے اور مسلمانان عجم نے کثرت استعمال سے اس لفظ کو عربی لفظ الصوم کا ہم معنی قرار دے لیا ہے، ورنہ حق یہ ہے روزہ کے لفظ الصوم کا معنی مقصود ادا نہیں ہوتا ہے اور پوری طرح معنی مفہوم بھی اس سے پیدا نہیں ہوتا ہے۔ البتہ اُردو اور فارسی والوں نے چونکہ بالاتفاق الصوم کے لئے بدل قرار دے لیا ہے اس لئے اُردو اور فارسی میں یہ مخصوص عبادت کے لئے استعمال ہوتا ہے اور صحیح طور پر تقریروں اور تحریروں میں رائج ہے۔

اسلام کی بنیاد جن پانچ ستونوں پر قائم ہے وہ علی الترتیب یہ ہیں۔

۱۔ قلب سے تصدیق اور زبان سے اقرار۔ اللہ تعالیٰ کے ایک اور لاشریک ہونے کا اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی صادق ہونے کا واضح اقرار جس میں ابہام نہ ہو، اسی طرح ملائکہ، کتاب اللہ اور قیامت کا اقرار واضح۔

۲۔ صلوات خمسہ (یعنی نماز پنجگانہ) کی ادائیگی۔

۳۔ زکوٰۃ اموال کی سالانہ زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴۔ الصوم۔ ہر سال رمضان کے پورے مہینے میں روزے رکھنا۔

۵۔ حج، زندگی میں ایک بار حج کرنا۔

اور بہت سے صحابہ، تابعین اور فقہا کے نزدیک اسلام کا چھٹا رکن جہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں روزوں کے فرض ہونے کا حکم دیا ہے وہاں فرمایا ہے کہ روزے تم پر اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے والوں پر فرض کئے گئے تھے۔

اس حکم سے ایک بات یہ متحقق ہوگئی کہ روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو ہم سے اگلی امتوں میں بھی فرض تھا اور آج بھی جب ہم یہودیوں اور نصرانیوں میں دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ صاف نظر آتا ہے کہ ان میں روزہ فرض سمجھ کر رکھا جاتا ہے، البتہ روزوں کی تعداد اور اس کے زمانوں میں اختلاف ہے، اور یہودیوں اور نصرانیوں تک محدود نہیں ہے بلکہ ان سے بھی قدیم قوموں مثلاً مصریوں، اشوریوں اور بابلیوں کے جو کچھ احوال ہمیں قصہ کہانیوں اور آثار قدیمہ کے ذریعہ ملے ہیں ان میں روزہ کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

روزہ کیا ہے، خالق کائنات کی اطاعت کا مکمل عملی اقرار یعنی ایک بندہ یہ عملی طور پر اقرار کرتا ہے کہ اے خالق کائنات! ہم تیرے حکم کی اطاعت کے لئے ہمہ دم آمادہ ہیں، اپنی ابتدائی ضرورت اور اولین طبعی حاجت کو بھی آپ کے حکم پر چھوڑ دینے کو تیار ہیں، ہم جب کھاتے پیتے ہیں تو تیرے حکم کی تعمیل اور تیری رضا ہی کے لئے کھاتے پیتے ہیں۔ اور جس وقت تو منع کر دیتا ہے تو بھوک کی تکلیف اٹھاتے ہیں، پیاس کی شدت برداشت کرتے ہیں مگر تیری رضا جوئی کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑتے"۔

پورے ایک ماہ تک اس عملی اقرار کا فائدہ ہمیں یہ حاصل ہوتا ہے کہ ہمارے دوسرے سارے اعمال میں ہمیں ہر وقت یہ خوف قائم رہتا ہے کہ ہمارے اس عمل یا اس قول سے اللہ تعالیٰ کہیں ناراض نہ ہو جائے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزوں سے حاصل شدہ نتیجہ کو تقویٰ سے تعبیر کیا ہے اور واضح طور پر روزہ

کی فرضیت کا حاصل بتاتا ہے۔ لعلکم تتقون (تاکہ تم متقی ہو جائے یعنی تم میں تقویٰ پیدا ہو جائے۔ اور تقویٰ نفس انسانی کی اس کیفیت کا نام ہے جس میں انسان ہر کام سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ ہمارا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب نہ ہو جائے اور اس طرح خوف خدا اس پر طاری رہتا ہے۔

اب یہ ہر مسلمان کے لئے اپنی جگہ پر سوچنے کی بات ہے کہ اس نے روزے اخلاص کے ساتھ رکھے یا نہیں اور اگر اس نے پورے رمضان کے روزے اخلاص کے ساتھ پورے کرلئے تو اس کے بعد بھی رشوت لینے کم تولنے یا فریب سے کسی شخص کا مال کھانے کی کوئی گنجائش اس کے لئے باقی رہ جاتی ہے؟ اس بدقسمت کی محرومی اور ملعونیت کو کیا کہا جائے جو پورے مہینے دن کو فاقے کرتا رہا، اور اس فاقہ سے اسے تقویٰ حاصل نہ ہو سکا حالانکہ اگر اس کے روزے بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتے تو اس کو دنیاوی صلہ یعنی کیفیت تقویٰ حاصل ہو جاتی، ورنہ فاقہ، تکلیف اور اس کے بعد حاصل رضائے الٰہی نہیں بلکہ لعنت الٰہی؟ کتنا گھاٹے کا سودا ہے؟ مسلمانوں کے لئے تو رمضان کی حیثیت ۱۷ رمضان ۶۱۰ء کو پہلی آیت قرآنی کے نزول کی وجہ سے، نزول قرآن مجید اور اس نعمت کی عطا پر بارگاہ رؤف و رحیم میں تشکرات کی بھی ہے کیسی عجیب بات ہے کہ ہم جس نعمت کا شکر ادا کریں، اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔

اتحاد اسلامی، یعنی مسلمانوں کے مابین احساس وحدت ملی پوری طرح پیدا ہو جائے اور سب کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا تعلق قائم ہو جائے جیسا کہ ایک ذی روح کے اجزائے بدن کے مابین ہوتا ہے۔ یا کم از کم ایسا یکجہتی اور یگانگت کا ربط قائم ہو جائے جو دو بھائیوں کے مابین ہوتا ہے۔

کتنی اچھی تمنا ہے، اور کتنا مفید خیال۔ کون روسیاہ، اتنی اچھی تمنا اور اتنے اچھے خیال کی تعریف نہیں کرے گا۔ ہمارا جو لیڈر تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے اسی تمنا کا اظہار کرتا ہے ہم یقین سے تو نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے واجب الاحترام لیڈروں کی دلی تمنا اتحاد اسلامی ہے یا عامۃ المسلمین میں اپنی مقبولیت اور قیادت کو قائم رکھنے کے لئے بھی اس تمنا کا اظہار ضروری ہے۔

بہر حال ہمیں یا کسی کو قائدین کرام کے اقوال میں شک کرنے کا کیا حق ہے۔ لیکن ایک حیرانی عرب و عجم کے زعمائے ملت، بلکہ بنی نوع انسان کے مابین رشتۂ اتحاد و مؤدت قائم رکھنے کے دعویدار عظمائے آدمیت کے بیانات اور تقریریں پڑھ کر پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم سب جو اتحاد چاہتے ہیں وہ کس قسم کا اتحاد ہے، اتحاد عموماً دو قسم کا ہوتا ہے۔

۱۔ اتحاد برائے حصول نفع مشترک

۲۔ اتحاد برائے دفعیۂ خطرۂ مشترک

پہلی قسم کا اتحاد بہت زیادہ مضبوط نہیں ہوتا مگر بہت دیرپا ہوتا ہے اور دوسری قسم کا اتحاد بہت مضبوط ہوتا ہے لیکن دیرپا نہیں ہوتا ہے۔ اور اس اتحاد میں جو خطرۂ مشترک کے مقابلہ میں ہوتا ہے ایک مشکل یہ آپڑتی ہے کہ اس کے تمام اجزاء کو جب تک خطرہ کے قریب ہونے کا پورا احساس نہیں ہوتا، سارا نعرۂ اتحاد محض افسانہ گوئی رہ جاتا ہے۔ کیا اس بارے میں ہم زعمائے ملت سے بالاشتراک کسی عملی اقدام کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہوں گے؟ انصاف کا تقاضا ہے کہ ہمیں ایسے مطالبہ کا کوئی حق نہیں ملنا چاہیئے۔ ہماری یعنی عوام کی حالت تو یہ ہے کہ:

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں